مسیحی شعرا کی نعتیہ شاعری

شہزاد احمد بھٹی

پی ایچ۔ڈی اسکالر، ڈائریکٹر پیاس کالج، قصور

Abstract:
This paper explores the literary and cultural significance of Urdu Naat poetry by Christian Poets who have written naat poetry inspired by their love for the Prophet Muhammad (PBUH) and desire to express their admiration for him through poetry. While mostly written by Muslim poets, some Christian poets have also written naat poetry expressing their admiration and love for the Prophet. The paper highlights the potential of this poetry to foster interfaith dialogue, understanding, and serve as a bridge between different religious communities. It also discusses the rise of Islamophobia and anti-Muslim sentiments, and how the themes of love, devotion, and admiration for the Prophet Muhammad (PBUH) expressed in naat poetry can promote a message of tolerance and shared humanity across religious boundaries. The paper includes examples of Christian naat poets and analyzes their use of language, style, and themes to convey their message of reverence for the Prophet. One prominent example is the Pakistani Christian poet, Nazir Qaiser, appreciated for his eloquence and message of sole reverence and devotion as a humble devotee of the Prophet. Overall, the paper emphasizes the universal appeal of the teachings of the Prophet Muhammad (PBUH), regardless of one's faith, and the potential for literature to bring people together across cultural and religious divides.

Keywords:
تہذیبی تصادم (Thzeebi Tsadum)، جہالت (Jhalat)، وسعت (Wousat)، وجدانی (Wajdani)،ادراک(Edraak)،سبز گنبد(Sabaz Gumbad)،خوبی(Khoobi)

نعت نگاری کی روایت عمومی طور پر مسلمان شعرا کے ساتھ مختص سمجھی جاتی رہی ہے لیکن چند محققین کی کاوشوں سے غیر مسلم نعت نگاروں کی ایک بڑی تعداد بھی سامنے آئی ہے جن میں اکثر کا تعلق ہندو یا سکھ مذہب سے ہے۔ مسیحی

نعت نگاروں کے حوالے سے علیحدہ سے کوئی کام نہیں ہوا ہے، البتہ نور احمد میر ٹھی(۱) نے اپنی کتاب " بَہر زماں بَہر زباں"، پروفیسر طرزی (۲) نے اپنی کتاب" نعت گویانِ غیر مسلم" اورراجہ رشید محمود (۳) نے ماہنامہ "نعت" کے "غیر مسلموں کی نعت گوئی نمبر" میں مسیحی نعت نگاروں کے حالات، تذکرے اور نمائندہ اشعار بھی تحریر کیے ہیں۔اس مضمون میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ اردو کے مسیحی شاعروں کی نعتیہ شاعری کے حوالے سے ایک اجمالی جائزہ پیش کیا جائے اور حضور اکرم ﷺ کے لیے ان غیر مسلم شعرا کی محبت اور تعظیم کے اظہار کو ان کی شاعری سے کشید کرنے کی سعی کی جائے۔

مسیحی شعرا کی نعتیہ شاعری کی روایت خاصی پرانی ہے۔انیسویں صدی کے شاعر سر تھامس مورنے اپنی نظم "لالہ رُخ" کا ایک حصہ حضورؐ کی مدح میں لکھاہے۔اسی طرح سے گوئٹے کی "نغمۂ محمدی ﷺ " بھی حضورؐ کی ثناخوانی کی ایک خوبصورت مثال ہے۔اس کا ترجمہ فارسی میں علامہ اقبال نے جبکہ اردو میں شان الحق حقی نے کیاہے۔اردو میں کئی ایک مسیحی شعرا نے نعت کی صنف اپنائی ہے۔اس مضمون میں ان میں سے اُن چنیدہ شعرا کے نعتیہ کلام کا جائزہ پیش کیا گیا ہے جن کی شاعری اور احوال کے بارے میں مستند حوالوں سے معلومات دستیاب ہو سکی ہیں۔اس حوالے سے دورِ حاضر کے نمائندہ شاعر نذیر قیصر کا تذکرہ بالخصوص قابلِ ذکر ہے جنھوں نے نعت نگاری میں شعری جمالیات کے اعلیٰ ترین نمونے پیش کیے ہیں۔ان مسیحی شعرا کے شعری محاسن اور خیال کی بلندی پر بات کرنے سے پہلے ان کی نعتیہ شاعری کو عصری پس منظر میں بھی دیکھنے کی ضرورت ہے۔

اکیسویں صدی کے آغاز ہی میں تہذیبوں کے تصادم کے نظریے کو نائن الیون کے واقعے سے حرارت ملی اور یوں دنیا بھر میں اسلاموفوبیا کی ایک تند و تیز لہر پیدا ہو گئی۔ نسل پرستی اور تہذیبی تصادم کے اس زہر نے عالمگیر شکل اختیار کر لی اور مسلمانوں کا جینا دوبھر ہو گیا۔اسی کے شاخسانے کے طور پر یورپ میں "خاکوں" وغیرہ کے ذریعے بے ادبی کے واقعات ظہور پذیر ہوئے جس سے تصادم کی نئی صورتیں پیدا ہوئیں اور بین المذاہب دوریاں بڑھتی چلی گئیں۔ چونکہ یہ واقعات زیادہ تر عیسائی دنیا میں وقوع پذیر ہوئے لہذا مسلمانوں میں یہ تصور عام ہونے لگا کہ ہر عیسائی شاید اسی طرح کے نظریات رکھتا ہے۔جبکہ یہ تمام واقعات علمی سطح کے کمزور لوگوں سے سرزد ہوئے اور ان کے بھی پیچھے کوئی نہ کوئی سازشی طاقت کارفرما تھی۔ اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ بے شمار مسیحی دانشوروں نے حضور ﷺ کی شان بیان کرتے ہوئے کمال ادب اور حفظ مراتب کا خیال رکھا ہے۔ان میں روسو (Rousseau)، ایڈورڈ گبن(EdwardGibbon)، گوئٹے(Goethe)، تھامس کارلائل (Thoma

(Carlyle) ، الفانسو لیمرٹائن(Alphonso Lamartine)، ٹالسٹائی(Tolstoy)، اسٹینلے والپرٹ (Stanley Wolpert)، جارج برناڈشاہ (George Bernard Shaw)اور مائیکل ہارٹ(Michael Hart) جیسے نامور اور جید دانشور شامل ہیں(۴)۔

اسی طرح مسیحی شعرا کی نعت بھی اسی حقیقت کی آئینہ دار ہے کہ "محمد ﷺ" کی محبت پر مسلم کا اجارہ نہیں ہے۔اس مضمون میں شامل تقریباً تمام نعت نگاروں(نذیر قیصر کے سوا) کا زمانہ ہندوستان میں انگریز کی حکومت کا زمانہ ہے۔یعنی یہ بات واضح ہے کہ ان کی نعتیہ شاعری کسی ریاستی دباؤ یا مجبوری کا نتیجہ نہیں اور نہ ہی انھوں نے محض رسم پوری کرنے کے لیئے نعت لکھی ہے۔ان تمام حضرات نے نعتیہ شاعری اپنے ذوق اور حضورؐ سے انس و محبت کے رشتے سے منسلک ہو کر پیش کی ہے۔ مسیحی شعرا کی نعتیہ شاعری بلاشبہ اسلاموفوبیا کے خاتمے اور بین المذاہب ہم آہنگی پیدا کرنے میں پل کا کردار ادا کر سکتی ہے۔یہاں چند مسیحی شعرا کی نعتیہ شاعری اور احوال کا اجمالی جائزہ پیش کیا جارہا ہے:

جارج فان توم، جر جیس وصاحب

جارج فان توم کے والد ایک فرانسیسی عیسائی تھے۔۱۸۰۹ء میں پیدا ہوئے۔اپنے عہد کے صاحبِ طرز شاعر تھے۔ فارسی میں جر جیس اور اردو میں صاحب تخلص کرتے تھے۔ کبھی فارسی میں بھی صاحب کو بطور تخلص استعمال کر لیتے تھے۔ان کا انتقال ۱۸۷۹ء میں مراد آباد میں ہوا اور وہیں بریلی کالج کے احاطے میں دفن ہوئے۔

مختلف کتابوں میں ان کی ایک فارسی نعت ہی دستیاب ہو سکی ہے جو علمی اور ادبی اعتبار سے اعلیٰ پائے کی شاعری کی مظہر ہے۔لکھتے ہیں(۳):

اگر بہ چشمِ ارادت نظر کنی صاحب　　برائے صدق عقیدت ہمیں بس است دلیل

ان کی نعت میں محض عقیدت اور محبت ہی نہیں بلکہ نبوت کے نورانی سفر میں تمام انبیاء کرام کی حضور ﷺ سے نسبت کا حوالہ اور چرچا بھی ملتا ہے:

فروغِ دارِ جہاں را بہ نیّرِ اعظم　　ز نورِ پاک کہ شد بخش آن بر آلِ خلیلؑ
یکے مسیحِ مطہّر، دگر محمدؐ پاک　　ضیاے دیدۂ اسحاقؑ و نورِ اسماعیلؑ
بوعدہ ہاے مبارک کہ شد بہ ابراہیمؑ　　ز بارگاہ علیٰ حضرت خداے جلیلؑ
شود شفیع یکے بہرحال اسماعیلؑ　　رسد نجات ز دیگر بآل اسرائیل

اور پھر دنیا کے اختتام پر ظہور مہدی و عیسیٰؑ کا ذکر بھی کس قدر علمی وقار اور زبان پر عبور کے ساتھ کرتے ہیں:

ظہور مہدی و عیسیٰ بآخرِ دنیا   بریں کہ گفتہ شدہ ہست راست دلیل

جان رابرٹس جان لکھنوی

جان رابرٹس بچپن میں اپنے والد ابراہم رابرٹس کے ساتھ 'جو ایسٹ انڈیا کمپنی میں ملازم تھے' بنگال میں آئے تھے۔ انھیں شعر و ادب سے بہت لگاؤ تھا۔ اردو کو مادری زبان کی طرح بولتے تھے۔ انھوں نے غزل، نعت اور سلام میں طبع آزمائی کی۔ جان تخلص کرتے تھے اور جان لکھنوی کے نام سے شعر و سخن کے حلقوں میں معروف تھے۔ شاید نعتیہ شاعری کی برکت تھی جس کی بدولت بعد ازاں انھوں نے اسلام قبول کر لیا اور باقی زندگی ایک باعمل مسلمان کے طور پر گزاری۔ ۱۳ مئی ۱۸۹۲ء کو لکھنؤ میں ان کا انتقال ہوا۔

ان کی نعتیہ شاعری میں روانی ہے، ٹھہراؤ ہے، الفاظ کا خوبصورت اور مناسب استعمال ہے۔ تشبیہ اور استعارے کا استعمال بھی برمحل کرتے ہیں، قرآنی حوالے بھی ان کی شاعری کا حسن ہیں:

والشمس تھے رخسار تو والیل تھیں زلفیں   اک نور کا سورہ تھا سراپائے محمدؐ

ان کی نعت میں عقیدت اور محبت کا ایک دریا سا بہتا دکھائی دیتا ہے "کفِ پائے محمد ﷺ" ان کے لیے "رشک یدِ بیضا" ہے۔ جہاں بھر کی ظلمت حضور ﷺ کی تشریف آوری سے روشنی میں بدل گئی، جہالت اور کفر کے اندھیرے چھٹ گئے، ایمان اور علم کی روشنی سے پورا عالم جگمگانے لگا:

اندھیرا ہوا کفر کا سب دور جہاں سے   روشن ہوا عالم جو یہاں آئے محمدؐ

ہے عرش پہ قوسین کی جا جائے محمدؐ   رشکِ یدِ بیضا ہے کفِ پائے محمدؐ

الن جون، مخلص بدایونی

الن جون ان کا نام تھا، مخلص تخلص اور مخلص بدایونی کے قلمی نام سے معروف تھے۔ ان کی ولادت ۱۸۷۹ء میں پنواڑی بدایوں میں ہوئی۔ ان کے کئی کتابچے اور کتابیں شائع ہوئیں۔ ۱۹۳۹ء میں نعت اور مناقب کا مجموعہ "گلدستۂ نعت" کے نام سے بدایوں سے شائع ہوا۔ ان کا انتقال ۷۶ برس کی عمر میں ۱۹۵۵ء میں ہوا(۱)۔

ان کی نعتیہ شاعری کے کم نمونے دستیاب ہیں لیکن ان کے جتنے بھی شعر میسر ہیں، اپنے معیار اور موضوع کے اعتبار سے قابلِ قدر ہیں۔ ان کی شاعری میں مدینے کا ذکر اور اس کی طلب وارفتگی اور وفورِ شوق کی آئینہ دار دکھائی دیتی ہے:

دل ہمارا ہند کے گلزار میں لگتا نہیں جب سے آئے ہیں مدینہ کا گلستان دیکھ کر

ان کے کسی تذکرے سے یہ معلومات تو نہیں ملتیں کہ ان کو کبھی مدینے کے سفر کا موقع ملا یا نہیں لیکن بہر حال مدینہ ایک طلب اور ایک جائے پناہ کے طور پر ان کی شاعری میں مرکزِ خیال کے طور موجود دکھائی دیتا ہے:

کیوں نہیں چلتا دلِ ناداں مدینے کی طرف ہند میں رہ کر گرفتارِ بلا ہو جائے گا

ان کی نعتیہ شاعری میں سادگی اور پاکیزگی ہے۔ اتنی بڑی اور مشکل بات کا اظہار آسانی لیکن عقیدے کی پختگی سے کر دیتے ہیں:

اگر تم دیکھنا چاہو خدا کو کرو راضی محمدؐ مصطفیٰ کو

ڈی-اے-ہیرسن، قربان

ڈی-اے-ہیرسن جو اپنا تخلص قربان کرتے تھے، ایک معروف عیسائی راہنما اور پیشے کے اعتبار سے مدرس تھے۔ ان کے والد اے ہیرسن بھی مشہور پادری تھے۔ ان کی پیدائش ۱۹ مارچ ۱۹۱۹ء کو حسن پور ضلع مراد آباد میں ہوئی۔ ان کی کتاب "اردو کے مسیحی شعرا" بہت مقبول ہوئی۔ انھوں نے نظم و نثر کی کئی اصناف میں طبع آزمائی کی۔ قربان کے ہاں نعت کا تجربہ محض رسمی یا مقامی مجبوری کے تحت کیا گیا کوئی آورد کا عمل نہیں ہے بلکہ ان کی نعت میں ادب بھی ہے، وارفتگی بھی ہے، ایک طرح کا مان بھی ہے، محبت بھی ہے اور مطالعۂ سیرت کا پہلو بھی دکھائی دیتا ہے۔ شعری محاسن کے اعتبار سے بھی ان کے نعتیہ اشعار میں سلاست، روانی اور تغزل کے عناصر تمام خوبیوں کے ساتھ دکھائی دیتے ہیں:

سنی جس کسی نے صدائے محمدؐ ہوا قلب و جاں سے فدائے محمدؐ

مجھے لے چلو اب مدینے میں یارو وہاں مل رہی ہے ہوائے محمدؐ

اور پھر ایک اور انداز کا شعر ہے جس میں حضور ﷺ کی تشریف آوری کے بعد دنیا سے جہالت کا اندھیرا ختم ہونے کا ذکر بہت خوب صورت انداز میں کیا گیا ہے:

مٹی تیرگیِ جہالت جہاں سے جو پھیلی عرب سے ضیائے محمدؐ

جناب قربان اپنی نعت میں حضور ﷺ سے نسبت میں "گدائے محمد ﷺ" کے شرف میں ہمیشگی کی تمنا دل میں رکھتے ہوئے، اپنی نعت کی پذیرائی کو حضورؐ ﷺ کی "پسندیدگی" سے مشروط کرتے ہیں:

اُٹھوں گا نہ اب آستان نبیؐ سے رہوں گا سدا میں گدائے محمدؐ

پسند آئے ان کو بھی قربان جب ہے   جو میں کر رہا ہوں ثنائے محمدؐ

یعنی ان کے ہاں نعت کا یہ تجربہ کوئی حادثاتی یا رسمی نہیں بلکہ وہ شعوری طور پر "ثنائے محمد ﷺ" کے عمل سے گزر رہے ہیں لیکن اس احساس کے ساتھ کہ یہ ثنا کامل تب ہو گی جب حضور ﷺ کو پسند آ جائے گی۔

جولیس نحیف دہلوی

جولیس کے والد اوسیکہ میں پادری تھے۔جولیس ۱۷ستمبر ۱۹۲۷ء کو بارہ بنکی اتر پردیش میں پیدا ہوئے۔شعر و سخن سے گہری وابستگی تھی "آوازِ وطن" اور "آوازِ دل" کے نام سے شاعری کے دو مجموعے منظر عام پر آئے۔موج زیبائی کے شاگرد تھے۔

ان کی نعتیہ شاعری کا نمونہ کلام نظم (مخمس) کی صورت میں ملتا ہے۔ان کی شاعری میں ایک چاشنی اور ایک رونق سی دکھائی دیتی ہے۔اظہارِ نعت کے لیے ادب اور عقیدت کا پہلو بھی پوری آب و تاب کے ساتھ موجود ہے اور لفظ ستاروں کی طرح دمکتے دکھائی دیتے ہیں:

زمین روشن زماں روشن ہوا سارا جہاں روشن   فلک پر دیکھیے کیسی ہوئی ہے کہکشاں روشن
تجلی سے نظر آنے لگے کون و مکاں روشن   نحیفؔ زار کیسے ہیں زمین و آسماں روشن
مہ و انجم میں دیکھو روشنی صلِّ علیٰ کی ہے

تخلص کا حسنِ استعمال ادبی ذوق کا آئینہ دار بھی ہے اور عاجزی کا پیامبر بھی یہ معنوی اعتبار سے مصرعے میں بولتا ہوا سنائی دیتا ہے۔

اس سے پہلے بند میں قافیے گویا اسم محمدؐ کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے ہیں۔ادبی لطافت، معنوی وسعت اور کیفیت میں بھگو دینے والا آہنگ قاری کو اپنے جلترنگ میں مسحور کرتا چلا جاتا ہے۔"افسانہ محمد ﷺ کا"، "دیوانہ محمد ﷺ کا"، "نذرانہ محمد ﷺ کا"، "مستانہ محمد ﷺ کا"۔روانی اور سادگی کے ساتھ ساتھ ایک نسبت کا احساس بھی ملتا ہے:

جہاں بھر میں ہوا مشہور افسانہ محمدؐ کا   ملا ہر اُمتی کو خوب نذرانہ محمدؐ کا
مبارک ہے جو کہلاتا ہے دیوانہ محمدؐ کا   بڑے ہی ناز سے کہتا ہے مستانہ محمدؐ کا
محبت سارے عالم کو شہہِ روزِ جزا کی ہے

ڈاکٹر لیوینگ وین، شیدا چینی

ڈاکٹر لیو ینگ وین(Liu YungVan) کا تعلق جمشید پور بھارت سے تھا۔ مذہب کے اعتبار سے مسیحی اور پیشے کے اعتبار سے دانتوں کے ڈاکٹر تھے۔ بنیادی طور پر وہ چینی نژاد تھے لیکن ان کی پیدائش ۱۹۳۱ء میں کلکتہ میں ہوئی۔ زندگی میں بہت سے عروج و زوال دیکھے۔ سکول میں اردو سیکھی جو بعد میں ان کی پہچان بن گئی۔شیدا چینی تخلص کرتے تھے اور اعلیٰ پائے کے شاعر کے طور پر معروف ہوئے۔ ان کی شاعری کا مجموعہ "لکیروں کی صدا" کے نام سے ۲۰۰۹ء میں منظر عام پر آیا۔ وہ علامہ اقبال سے بہت متاثر تھے اور ان کی شاعری اور فکر کو اپنے لیئے مشعل راہ سمجھتے تھے۔ ۸۴ برس کی عمر میں ان کا انتقال ہوا۔ شیدا چینی نے غزل، نظم اور نعت میں طبع آزمائی کی۔

شیدا کی نعتیہ شاعری میں ادب بھی ہے، علم بھی ہے، عصری شعور بھی ہے، خیال کی وسعت بھی ہے، لفظوں کا اعلیٰ انتخاب بھی ہے، سیرت پاک ﷺ سے آشنائی بھی ہے اور اظہار کا سلیقہ بھی ہے:

نقوشِ غائب و حاضر کا اس میں عکس پاؤ گے عجیب آئینۂ حق ہے رُخ زیبا محمدؐ کا

یہ نکتہ کاروانِ جہل سمجھا ہے، نہ سمجھے گا زمیں ہو یا فلک ادنیٰ سا ہے صدقہ محمدؐ کا

اس شعر میں "کاروان جہل" کی ترکیب شیدا چینی کے شعری ذوق کی مظہر ہے۔ان کے شعر منجمد یا ساکن (Static) نہیں بلکہ ان کا ہر مصرع متحرک اور متکلم دکھائی دیتا ہے:

نگاہوں کے اندھیرے دور کر لو، اے جہاں والو فروزاں ہر طرف عالم میں ہے جلوہ محمدؐ کا

ایک اور شعر میں کوچۂ نبی لولاک ﷺ کی خوبی بیان کرتے ہوئے الفاظ کو اس طرح استادہ کرتے ہیں کہ مصرعے با ادب حضوری میں پیش ہو جاتے ہیں:

جبینیں چومتی ہیں خاک جس جا کی عقیدت سے وہ رشکِ گلشنِ فردوس ہے کوچہ محمدؐ کا

اپنی نعت کا اختتام ایمان والوں کی حالت زار کے حوالے سے فکر مندی اور محبت کے جذبے سے کرتے ہیں۔ لیکن جس انداز میں انھوں نے مقطع میں اپنا تخلص استعمال کیا ہے وہ اپنائیت کے استعارہ کے طور پر جلوہ گر دکھائی دیتا ہے:

رہِ حق سے بھٹکتے دیکھ کر آج اہلِ ایماں کو خدا شاہد، بہت دل گیر ہے شیداؔ محمدؐ کا

پادری ای آر مسیحی اِلہ آبادی

ان کے بارے میں زیادہ معلومات دستیاب نہیں ہو سکیں۔ زیادہ تذکروں میں ان کا ایک ہی نعتیہ شعر ملا ہے۔ اسی شعر میں انھوں نے حضرت عیسیٰؑ کی طرف سے انجیل مقدس میں نبی آخر الزماں ﷺ کی تشریف آوری کی خوشخبری کو اس خوبصورت انداز سے بیان کیا ہے کہ ان کا یہ ایک شعر ہی شعری محاسن اور اظہارِ ادب و محبت دونوں کا حق ادا کر دیتا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

مسیح ناصری آئے تمھاری دینے خوشخبری جو روح صدق ہے انجیل میں، وہ رہنما تم ہو

نذیر قیصر

نذیر قیصر (۳) عصر حاضر کے مسیحی شاعر ہیں جن کو نعت کہنے کا شرف ودیعت ہوا۔ ان کی ولادت ۵ جنوری ۱۹۴۵ء کو ہوشیار پور میں ہوئی۔ ان کی نعتیہ شاعری کا مجموعہ "اے ہوا مؤذن ہو" کے نام سے ۱۹۹۲ء میں شائع ہوا۔ وہ پہلے مسیحی شاعر ہیں جن کی نعتیہ شاعری کا مجموعہ شائع ہوا ہے (۵)۔ ان کی شاعری بولتے استعاروں کی شاعری ہے۔ خیال اور لفظ ان کے ہاں شعور ذات کی تفہیم بن کر قلب و ذہن پر فروزاں ہوتے ہیں۔ ان کی شاعری میں موسیقیت ہے، معنویت ہے، روانی ہے، سلاست ہے اور سب سے بڑھ کر جمالیاتی ذوق کی باریابی ہے۔ ان کا ہر لفظ اپنی جگہ پر مطمئن اور مسرور دکھائی دیتا ہے۔ مصرعے کلام کرتے ہیں اور قاری کو اَن دیکھے کو دیکھنے کی چاہت میں مبتلا کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

نعت نگاری، ان کے لیئے محض ایک شعری تجربہ یا ادبی ذوق کی آبیاری کا ذریعہ نہیں، بلکہ ایک روحانی اور وجدانی سفر ہے جو ان کو وصال و ہجر کے ان موسموں میں لے جاتا ہے جہاں سبز گنبد سے اترتی کرنیں، ستاروں کی صورت راہنما بن کر "قصویٰ کے پاؤں سے بہتی دھول" کی ہمسفری میں نورِ وصال کی نعمت سے بہرہ مند کر دیتی ہیں:

آنکھ میں آنسو ہجر کا دل میں بارش نور کی
ایک مسافر بے نوا دِل میں لگن حضورؐ کی

دل کی یہ لگن ان کے وجود میں اتر کر ذات سے ہم کلام ہوتی ہے۔ ان کا ہر شعر وفورِ شوق میں گم، اپنے محبوب ﷺ کے حضور دست بستہ حاضری پیش کرتا ہے اور لفظ معنویت کی منفرد جہتوں کے امین بن جاتے ہیں:

حرف میرے ہیں صدا اس کی ہے ان دریچوں میں ضیا اس کی ہے
میرے صفحوں میں میرے لفظوں میں پھول اس کے ہیں صبا اس کی ہے
میں فقط طاقِ حرم ہوں قیصر شمعیں اس کی ہیں ہوا اس کی ہے

اتنی بڑی ہستی کی مدح و ثنا اور فضائل و مناقب کے حوالے سے شاعر اپنی کم مائیگی اور بے بسی کا ادراک بھی رکھتا ہے اور اس کا اظہار بھی کرتا ہے لیکن اظہار میں عجب عاجزی اور وارفتگی ہے:

لوح پہ انگلیاں پگھلنے لگیں　　آیت کائنات کیا لکھوں
حرف در حرف نور بکھرا ہے　　میں سیاہی کے ساتھ کیا لکھوں

ان کی نعتیہ شاعری کے حوالے سے خلیل الرحمٰن(۶) رقم طراز ہیں:

"نذیر قیصر کی شاعری میں جذبے کی تپش اتنی ہے کہ نعت کی روایتی فام جگہ جگہ پگھل گئی ہے(موم ہو چکے دل کی مانند)۔ایک خواب کا سا تاثر بنتا ہے ایسا خواب جو محبت منکشف کرتا ہے۔"

نذیر قیصر کی نعتیہ شاعری خود بھی سفر کرتی ہے اور قاری کو بھی روشنی کے سفر پر لے جاتی ہے۔جہاں نور کے ہالے ہیں، زمانوں میں مقصودِ کائنات ﷺ کی خوشبو پھیلی ہے، جہاں ان ﷺ کا جمال کرن کرن اترتا ہے، جہاں معجزے رقم ہوتے ہیں، جہاں بشارتیں مستقبل کی نوید بنتی ہیں:

آسماں آسماں قدم اس کے　　معجزے خاک پر رقم اس کے
لہر بکھری ہے یم بہ یم اس کی　　تارے اترے ہیں خم بہ خم اس کے
صفحہ صفحہ بشارتیں اس کی　　حرف جاری قلم قلم اس کے

بات جب اپنے باطنی تجربے اور حضوری کی آتی ہے تو نذیر قیصر بات کو سوپردوں میں بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور ان کے لیے علامتوں اور اشاروں کا سہارا لیتے ہیں۔ان مقامات پر ان کی شاعری بھی اپنے فن کی معراج پر متمکن دکھائی دیتی ہے۔وہ لفظوں سے تصویریں بناتے ہیں، رنگ بھرتے ہیں لیکن بہت کچھ قاری کے ذوق لطیف کے لیے بھی چھوڑ دیتے ہیں:

خوشبو اسم بنے اور اسم سے آگے نور کا ہالہ　　آج کی رات اس ہالے کو میں تنہا دیکھنے والا

اسی انداز کے ایک اور شعر میں اپنی کیفیت کا منظر نامہ منفرد انداز سے پیش کرتے ہیں:

پاؤں اُترے اندھیرے میں میری طرف　　شمعیں روشن ہوئیں، رات محرم ہوئی

نذیر قیصر نے نعت لکھی نہیں نعت ان پر بیتی ہے۔اس لیے ان کے ہاں ادب اور عقیدت کے استعارے بھی ان کے اپنے ہیں۔محبت اور وارفتگی کے اظہار کے طریقے بھی طبع زاد ہیں۔ایسے لگتا ہے نعت کہتے ہوئے وہ پہلے نفی کے عمل سے گزرے ہیں پھر اثبات تک پہنچے ہیں:

خالی دامن ہوں لیکن تو میرا سرمایہ ہے

"اے ہوا مؤذن ہو" کے پہلے صفحے پر موجود ان کی نظم سپاس گزاری کی ایک سادہ مگر روح تک اتر جانے والی آواز ہے:

میں اپنے خواب
اپنے لفظ
اپنی جاگتی راتیں
ترے قدموں میں رکھتا ہوں

نذیر قیصر کی شاعری کے باطنی پہلوؤں کا تو ہم ذکر کر چکے، اب ذرا ایک نظر ان کی نعت کے خارجی پہلوؤں کو بھی دیکھتے ہیں۔ ان کی نعت عصری تقاضوں سے بھی اپنا ربط جوڑتی ہے۔ ان کے نزدیک سبز گنبد امن کی علامت ہے اور دنیا کو امن اور امان کی خیرات اسی در سے ملے گی۔ اپنی ایک نظم میں کہتے ہیں:

قسم شاخِ زیتون کی
امن کے شہر کی
اور لہو میں بکھرتے پروں کی
سبز گنبد سے کوئی کرن بھیج دے
کوئی حرف سخن بھیج دے

وجدانِ نعت کے تجربے سے گزر کر وہ اپنے قاری کو انفس سے آفاق کی طرف لے کر جاتے ہیں۔ دنیا بھر کے مسائل، الجھنوں، بے کلی اور بے برکتی کا حل حضورؐ کے دامانِ رحمت میں ہی ملتا ہے۔ وہ کمال خوبی سے اس حقیقت کو اپنے شعروں میں یوں بیان کرتے ہیں:

چوموں پاؤں وہ ہجرت والے ہجرت والے برکت والے
جلتے شہروں پر پھیلا دے بادل اپنی رحمت والے

ان کی نعتیہ شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے سراج منیر(۷) کہتے ہیں:

"نذیر قیصر کی نعتیں ایک نیا باطنی سفر نامہ ہیں جس میں نبی کریم ﷺ سے رسمی عقیدت کی بجائے مقصدِ نبوت کی منزّہ معنویت جھلکتی ہے۔"

نذیر قیصر کی نعت اُمید، اور روشنی سے باریاب ہے۔ ان کو یقینِ کامل ہے کہ دنیا سے درد کے موسم بالآخر ختم ہو جائیں گے، آرزوؤں کے پھول کھلیں گے، اُمیدوں کے چراغ جلیں گے، سبز گنبد سے ہی کوئی کرن اُترے گی۔

سانس لیتی ہوئی صبحوں کی قسم

آئیں گے شاخوں میں گلاب

موسمِ درد گزر جائے گا

شبنمی ہاتھ اندھیرے کی گرہ کھولیں گے

آئنہ چہروں سے بھر جائے گا

چاند مہکے گا

ستاروں پہ قدم رکھ کے۔۔،

صبا گزرے گی۔

سبز گنبد سے کرن اُترے گی

حواشی وحوالہ جات

۱۔میر ٹھی،نور احمد(۱۹۹۶ء)"بہرزماں بہرزباں"، کراچی،ادارہ فکر نو،(ص ۴۱۲، ۴۷۷، ۲۱۴، ۲۱۸، ۵۴۷)

۲۔طرزی،عبد المنان پروفیسر(۲۰۱۸)"نعت گویانِ غیر مسلم"،المنصور ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ،ص(۲۴۴، ۲۶۳)

۳۔محمود،راجہ رشید(نومبر ۱۹۹۵ء)"غیرمسلموں کی نعت گوئی "مشمولہ،ماہنامہ نعت،لاہور،(ص ۳۴۷، ۳۶۲)

۴۔احمد،میاں عابد(۱۹۹۳ء)"شانِ محمدﷺ"، لاہور،ٹائم پبلشرز(ص ۲۵، ۸)

۵۔قیصر،نذیر(۱۹۹۲ء)"اے ہوا مؤذن ہو"،لاہور،عہد اکیڈیمی،ص ۴

۶۔خلیل الرحمٰن،ڈاکٹر(۱۹۹۲ء)فلیپ،مشمولہ:اے ہوا مؤذن ہو، لاہور،عہد اکیڈیمی،ص ۲۲

۷۔منیر،سراج(۱۹۹۲ء)فلیپ،مشمولہ:اے ہوا مؤذن ہو،لاہور،عہد اکیڈیمی،ص ۱۲

❖ References:

1. Meerthi, Noor Ahmad (1996) *Bahar Zama Bahar Zaban,* Karachi, Idarah Fikar-e-Nouh, P 412, 477, 214, 218, 547,

2. Tarzi, Abdul Mannan, Prof, (2018) *Naat Goyan-e- Gear Muslim,* Al Mansoor Educational and welfare Trust, P 244, 263

3. Mahmood, Raja Rasheed (November 1995) *Gher Muslim ki Naat Goei*, Mushmolah, Mahnamah: Naat, Lahore, P 374, 362
4. Ahmad, Mina Abid, (1993) *Shan-e-Muhammad*, Lahore, Time Publishers, P25, 8
5. Quasar, Nazeer (1992) *Aey Hawa Mouzan Ho*, Lahore, Ahad Academy, P 4
6. Khalil ul Rahman, Dr.(1992) Flap, Mushmolah, *Aey Hawa Mouzan Ho*, Lahore, Ahad Academy, P 22
7. Muneer Siraaj, (1992) Flap, Mushmolah, *Aey Hawa Mouzan Ho*, Lahore, Ahad Academy, P 12